ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

USMAN NOTES
www.usmannotes.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 1966

Program: BS Islamic Studies (Spec. Qur'an & Tafsir)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیہ عربی و علومِ اسلامیہ — شعبہ قرآن و تفسیر

کورس :علم التجوید • (1966) سطح :بی ایس علومِ اسلامیہ) تخصص قرآن و تفسیر(

سمسٹر :خزاں2026 ء

امتحانی مشق نمبر) 1 یونٹ 1 تا(5

کل نمبر • 100 کامیابی کے نمبر50 :

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

)مطالعہ و حوالہ کے لیے(

نوٹ :یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس کا بغور مطالعہ کریں، مفاہیم کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنا امتحانی مقصد کے خلاف ہے؛ اصل فائدہ اسی وقت حاصل ہوگا جب آپ ہر جواب کو سمجھ کر اپنی عبارت میں تحریر کریں گے۔

سوال نمبر :1 فضائلِ تلاوتِ قرآنِ مجید 20) نمبر(

سوال نمبر1 ۔ فضائل تلاوت قرآن مجید پر مضمون لکھیں۔

تعارف

قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی آخری اور محفوظ کتاب ہے جو قیامت تک کے انسانوں کے لیے سرچشمہ ہدایت ہے۔ اس کتاب سے تعلق کی سب سے پہلی اور بنیادی صورت اس کی تلاوت ہے، کیونکہ تلاوت ہی وہ دروازہ ہے جس سے انسان تدبر، عمل اور ہدایت کی منزلوں تک پہنچتا ہے۔ تلاوت کا لغوی معنی ہے پڑھنا، پیروی کرنا اور پے در پے بیان کرنا، اور اصطلاح میں قرآنِ مجید کے الفاظ کو ان کے مخارج و صفات کی رعایت کے ساتھ، آداب کی پابندی کرتے ہوئے پڑھنے کا نام

تلاوت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن و حدیث میں تلاوتِ قرآن کے بے شمار فضائل بیان ہوئے ہیں، جنہیں جاننا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے تاکہ اس کے دل میں اس عظیم عبادت کی رغبت پیدا ہو اور وہ اپنی زندگی کا باقاعدہ معمول بنائے۔

تلاوتِ قرآن محض الفاظ کی ادائیگی کا نام نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے، اس کی رحمت کے قریب ہونے اور اپنے دل کو زندہ رکھنے کا ذریعہ ہے۔ جس طرح جسم کو غذا کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح روح کی غذا ذکر و تلاوت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں اس بات کی گواہ ہیں کہ وہ قرآن کو دن رات پڑھتے، اس پر غور کرتے اور اس کے احکام پر عمل کرتے تھے۔ زیرِ نظر مضمون میں قرآن و سنت کی روشنی میں تلاوتِ قرآنِ مجید کے فضائل کو منظم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

قرآنِ مجید میں تلاوت کی ترغیب

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر تلاوت کی ترغیب دی ہے۔ سورۃ العلق کی پہلی وحی کا آغاز ہی لفظ «اقرأ» سے ہوا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس امت کا پہلا سبق ہی قرأت و تلاوت ہے۔ سورہ المزمل میں ارشاد ہوا: «وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا» یعنی قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر اور صاف صاف پڑھو۔ یہ حکم اس بات کی دلیل ہے کہ تلاوت کا حسن اس کے صحیح اور ٹھہرے ہوئے انداز میں ہے۔ اسی سورت میں رات کے قیام میں طویل تلاوت کو اللہ کی رضا کا ذریعہ قرار دیا گیا۔

سورہ فاطر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: «إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّن تَبُورَ» یعنی جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے خفیہ و علانیہ خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی خسارے میں نہیں جائے گی۔ اس آیت میں تلاوت کو ایک نفع بخش تجارت سے تشبیہ دی گئی ہے جو کبھی گھاٹے کا سودا نہیں۔ سورہ یونس میں قرآن کو «شفاء لما فی الصدور» یعنی دلوں کی بیماریوں کی شفا قرار دیا گیا، اور یہ شفا تلاوت ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ سورہ البقرہ میں اہلِ کتاب کے صالحین کی صفت یہ بیان ہوئی کہ وہ کتاب کی تلاوت اس کے حق کے ساتھ کرتے ہیں: «يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ»، اور اسی تلاوتِ حقہ کو ایمان کی علامت بتایا گیا۔ ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ تلاوت صرف ایک رسم نہیں بلکہ ہدایت، شفا اور اللہ کی قربت کا بنیادی ذریعہ ہے۔

احادیثِ مبارکہ میں فضائلِ تلاوت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوتِ قرآن کے فضائل کو کثرت سے بیان فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا» :خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ «یعنی تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے) صحیح بخاری(۔ اس ایک حدیث سے قرآن سیکھنے اور سکھانے والے کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا اس کے لیے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ہے؛ میں یہ نہیں کہتا کہ» الم «ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے) جامع ترمذی(۔ گویا تلاوت کا ہر حرف دس نیکیوں کا خزانہ ہے، اور ایک صفحے کی تلاوت سینکڑوں نیکیوں کا سبب بن جاتی ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :قرآن پڑھا کرو، کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لیے شفیع بن کر آئے گا) صحیح مسلم(۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جو شخص قرآن کا ماہر ہے وہ قیامت کے دن بزرگ و معزز فرشتوں) السفرۃ الکرام البررہ (کے ساتھ ہوگا، اور جو شخص قرآن اٹک اٹک کر مشکل سے پڑھتا ہے اس کے لیے دوہرا اجر ہے) صحیح بخاری و مسلم(۔ ایک اور حدیث میں فرمایا گیا کہ صاحبِ قرآن سے قیامت کے دن کہا جائے گا :پڑھتا جا اور) جنت کے درجات پر (چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جس طرح دنیا میں پڑھتا تھا، پس تمہاری منزل وہیں ہوگی جہاں تم آخری آیت پڑھو گے) سنن ابی داؤد، ترمذی(۔ ان احادیث سے تلاوت کی اخروی فضیلت پوری طرح واضح ہوجاتی ہے کہ تلاوت کرنے والا نہ صرف اجر پاتا ہے بلکہ جنت کے درجات بھی اس کی تلاوت کی مقدار کے مطابق طے ہوتے ہیں۔

روحانی و قلبی فوائد اور گھریلو برکتیں

تلاوتِ قرآن کا سب سے پہلا اثر انسان کے دل پر پڑتا ہے۔ دلوں کو زنگ لگ جاتا ہے اور اس زنگ کو دور کرنے کا ذریعہ موت کی یاد اور تلاوتِ قرآن ہے۔ قیامِ رمضان میں جبریل علیہ السلام ہر سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کا دور) مدارسہ (کرتے تھے، جس سے تلاوت کی اجتماعی صورت کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ رات کو سورہ البقرہ کی تلاوت کر رہے تھے کہ انہوں نے ایک نورانی سایہ دیکھا؛ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ فرشتے تھے جو تمہاری تلاوت سننے کے لیے اترے تھے اور سکینہ نازل ہوئی تھی) صحیح بخاری و مسلم(۔ معلوم ہوا کہ تلاوت والے ماحول میں فرشتے اترتے ہیں اور رحمت و سکینت چھاجاتی ہے۔

گھر کے ماحول پر بھی تلاوت کے گہرے اثرات ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس گھر میں سورہ البقرہ پڑھا کرو کیونکہ اس کا پڑھنا برکت ہے اور چھوڑنا حسرت ہے، اور جس گھر میں سورہ البقرہ پڑھی جائے شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے) صحیح مسلم(۔ اسی طرح فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، یعنی ان میں نماز و تلاوت کا اہتمام رکھو۔ جس گھر میں قرآن پڑھا جاتا ہے وہ گھر والوں کے لیے وسیع ہوجاتا ہے، اس میں خیر کثیر ہوجاتی ہے اور فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس وہ دل جو قرآن سے خالی ہو اسے حدیث میں ویران گھر سے تشبیہ دی گئی ہے۔ چنانچہ تلاوت گھر کی رونق، اہلِ خانہ کی حفاظت اور اولاد کی تربیت کا مؤثر ذریعہ ہے۔

علمی، اخلاقی اور معاشرتی اثرات

تلاوتِ قرآن علمی لحاظ سے بھی انسان کی شخصیت سنوارتی ہے۔ باقاعدہ تلاوت کرنے والا آہستہ آہستہ آیات کے معانی کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اسے حلال و حرام کی پہچان حاصل ہوتی ہے اور اس کی زندگی میں قرآن کا رنگ چڑھنے لگتا ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں فرمایا تھا کہ آپ کا اخلاق قرآن تھا، جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کو پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والا درجہ بدرجہ قرآنی اخلاق کا پیکر بن جاتا ہے۔ تلاوت انسان کو غیبت، حسد، بخل اور فضول گوئی سے روکتی ہے، کیونکہ جو زبان اللہ کے کلام سے تر رہتی ہے وہ گناہ کی باتوں سے خود بخود بچنے لگتی ہے۔

معاشرتی حیثیت سے بھی قاریِ قرآن کو عزت ملتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے کئی قوموں کو بلندی عطا فرماتا ہے اور کئی کو پستی میں ڈالتا ہے) صحیح مسلم(۔ صحابہ کرام کے دور میں امامت و قیادت کا معیار قرآن کی معرفت ہوا کرتا تھا اور قاری کو مجالس میں مقدم رکھا جاتا تھا۔ رمضان المبارک میں تراویح کی صورت میں پوری امت مل کر ختمِ قرآن کی سعادت حاصل کرتی ہے جس سے دینی وحدت اور بھائی چارہ مضبوط ہوتا ہے۔ اسی طرح حسد) غبطہ (کو صرف دو آدمیوں پر جائز قرار دیا گیا :ایک وہ جسے اللہ نے قرآن دیا اور وہ دن رات اس میں مشغول

رہتا ہے، دوسرا وہ مال دار جو اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے) صحیح بخاری و مسلم(۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تلاوت میں مشغول شخص امت کی نظروں میں قابلِ رشک مقام رکھتا ہے۔

تلاوت کے آداب اور عملی تدابیر

فضائلِ تلاوت کا مکمل حصول اسی وقت ممکن ہے جب تلاوت اپنے آداب کے ساتھ کی جائے۔ اولاً نیت خالص اللہ کی رضا کے لیے ہو، دکھاوا مقصود نہ ہو، کیونکہ قیامت کے دن جن لوگوں پر سب سے پہلے فیصلہ ہوگا ان میں وہ قاری بھی ہوگا جس نے لوگوں کے کہنے کے لیے قرآن پڑھا ہوگا۔ دوم، وضو اور پاکیزگی کا اہتمام ہو اور مسواک سے منہ صاف کرکے پڑھا جائے۔ سوم، تلاوت اعوذ باللہ اور بسم اللہ سے شروع کی جائے، ٹھہر ٹھہر کر اور تجوید کی رعایت کے ساتھ پڑھا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود ترتیل کا حکم دیا ہے۔

چہارم، تلاوت کے دوران معانی میں تدبر کیا جائے اور آیاتِ رحمت پر سوال اور آیاتِ عذاب پر پناہ مانگی جائے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ثابت ہے۔ پنجم، روزانہ کا ایک مقررہ حصہ) ورد (مقرر کیا جائے خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ اللہ کے نزدیک محبوب ترین عمل وہ ہے جو ہمیشہ ہو اگرچہ کم ہو۔ ششم، پڑھے ہوئے پر عمل کی کوشش کی جائے تاکہ قرآن ہمارے حق میں حجت بنے، ہمارے خلاف نہ ہو، کیونکہ حدیث کے مطابق قرآن یا تو انسان کے حق میں دلیل ہوتا ہے یا اس کے خلاف۔ ان آداب کو ملحوظ رکھنے والا قاری ہی فضائلِ تلاوت کا اصل حقدار بنتا ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ کہ تلاوتِ قرآنِ مجید ایک عظیم الشان عبادت ہے جس کے فضائل قرآن و حدیث میں کثرت سے بیان ہوئے ہیں :ہر حرف پر دس نیکیاں، قیامت کے دن شفاعت، جنت کے درجات کی بلندی، فرشتوں کی رفاقت، دلوں کی شفا و سکینہ، گھروں میں برکت و حفاظت، اور دنیا میں عزت و وقار۔ یہ فضائل اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ ہر طالبِ علم اور ہر مسلمان اپنی روزمرہ زندگی میں تلاوت کو لازم پکڑے، اسے تجوید کے ساتھ سیکھے اور باقاعدگی کے ساتھ پڑھنے کا معمول بنائے، تاکہ دنیا و آخرت دونوں کی سعادتیں اس کے حصے میں آئیں۔

سوال نمبر :2 تجوید کا لغوی و اصطلاحی مفہوم اور لحن پر نوٹ 20) نمبر(

سوال نمبر2 ۔ تجوید کا لغوی و اصطلاحی مفہوم بیان کریں نیز بتائیں کہ لحن سے کیا مراد ہے؟ نوٹ تحریر کریں۔

تعارف

علم التجوید ان مبارک علوم میں سے ہے جس کا تعلق براہِ راست قرآنِ مجید کی صحیح ادائیگی سے ہے۔ قرآنِ مجید محض ایک پڑھی جانے والی کتاب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو حضرت جبریل علیہ السلام کے واسطے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر پر اسی کیفیت و ادائیگی کے ساتھ نازل ہوا جس کیفیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اسے ادا فرمایا۔ اسی لیے امت نے ہر دور میں اس علم کو غیر معمولی اہمیت دی اور اسے سیکھنا سکھانا باضابطہ فن کی صورت میں جاری رکھا۔ اس سوال میں تجوید کا لغوی و اصطلاحی مفہوم بیان کرنے کے ساتھ ساتھ لحن کی وضاحت بھی مطلوب ہے، کیونکہ لحن ہی وہ خطا ہے جس سے بچانے کے لیے علم التجوید وجود میں آیا۔

تجوید کا لغوی مفہوم

تجوید عربی زبان کا لفظ ہے جو باب تفعیل سے مصدر ہے۔ اس کا مادہ» ج و د « ہے اور یہ لفظ» جَوَّدَ يُجَوِّدُ تَجْوِيدًا «سے بنا ہے جس کے معنی ہیں :کسی چیز کو خوب صورت بنانا، عمدہ کرنا، بہتر و نفیس بنانا اور کمال درجے تک پہنچانا۔ لغت کی مشہور کتب میں» التجوید «کے معنی» التحسین والإتقان «لکھے گئے ہیں یعنی کسی کام کو سنوارنا اور پختگی و مہارت سے انجام دینا۔ جس طرح ایک جوہری کسی نگینے کو تراش کر خوب صورت بناتا ہے اور سنار سونے کو صاف کرکے اس کی اصل چمک ظاہر کرتا ہے، اسی طرح قاری حروف و کلمات کو ان کے اصل مخارج و صفات کے مطابق ادا کرکے قرآن کی قرأت کو سنوارتا ہے۔

لغوی معنی کی روشنی میں یہ بات سمجھنی چاہیے کہ تجوید کا تقاضا صرف غلطی سے بچنا ہی نہیں بلکہ قرأت کو اس حسن و کمال تک پہنچانا ہے جس کے ساتھ قرآن نازل ہوا تھا۔ اسی لغوی مفہوم کی بنا پر اس علم کا نام» علم التجوید « رکھا گیا، کیونکہ اس کا مقصد حروف کی ادائیگی کو بہترین صورت عطا کرنا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب »ورتل القرآن ترتیلا «کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا :الترتیل ھو تجوید الحروف ومعرفة الوقوف، یعنی ترتیل سے

مراد حروف کو تجوید کے ساتھ ادا کرنا اور وقف کے مقامات کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ اس قول سے بھی تجوید کے لغوی و عملی مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔

تجوید کا اصطلاحی مفہوم

اصطلاح میں علمائے قراءت نے تجوید کی متعدد تعریفات بیان کی ہیں جن کا حاصل ایک ہی ہے۔ امام جزری رحمہ اللہ کی مشہور تعریف یہ ہے» :التجويد هو إعطاء الحروف حقها ومستحقها من الصفات «یعنی تجوید یہ ہے کہ ہر حرف کو اس کا حق اور اس کا مستحق درجہ صفات میں سے ادا کیا جائے۔ اس تعریف کی تفصیل یہ ہے کہ» حق الحرف «سے مراد وہ صفاتِ لازمہ ہیں جو حرف سے کبھی جدا نہیں ہوتیں، جیسے جہر، شدت، استعلاء اور قلقلہ؛ انہیں بجائے خود ادا کرنا ہر حرف کا حق ہے۔ اور» مستحق الحرف «سے مراد وہ صفات و احکام ہیں جو صفاتِ لازمہ سے پیدا ہوتے ہیں اور بعض عوارض کی بنا پر حرف پر عارض ہوتے ہیں، جیسے تفخیم، ترقیق، ادغام، اخفاء اور مد وغیرہ؛ انہیں ان کے موقع پر ادا کرنا حرف کے مستحق کو ادا کرنا ہے۔

بعض علماء نے تجوید کی تعریف یوں کی ہے کہ یہ وہ علم ہے جس کے ذریعے قرآنِ مجید کے حروف کی صحیح ادائیگی، ان کے مخارج و صفات کی پہچان اور ان پر عارض ہونے والے احکام کی معرفت حاصل ہوتی ہے، تاکہ قرآنِ مجید کو اسی طرح پڑھا جائے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا اور صحابہ کرام کو پڑھایا۔ ایک اور جامع تعریف یہ ہے :علم التجوید وہ علم ہے جس میں حروف کے مخارج، صفات، اور حروف کے باہم ملنے سے پیدا ہونے والے احکام جیسے ادغام، اظہار، اخفاء، اقلاب، مد و قصر اور وقف و ابتداء سے بحث کی جاتی ہے۔ ان تعریفات سے یہ نکتہ پوری طرح واضح ہوتا ہے کہ تجوید ایک مکمل فن ہے جس کے تین بڑے شعبے ہیں :مخارج، صفات اور احکامِ ترکیبی، اور ان تینوں کی رعایت ہی مکمل تجوید کہلاتی ہے۔

تجوید کی شرعی حیثیت کے بارے میں علماء کا موقف یہ ہے کہ قرآن کو تجوید کے ساتھ پڑھنا فرضِ عین ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے» ورتل القرآن ترتيلا «کا حکم دیا ہے اور امام جزری رحمہ اللہ نے فرمایا» :والأخذ بالتجويد حتم لازم، من لم يجود القرآن آثم «یعنی تجوید کو اختیار کرنا حتمی طور پر لازم ہے اور جو شخص قرآن کو تجوید سے نہ پڑھے وہ گناہ گار ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی کیفیت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کی قرأت مد

کے ساتھ ہوا کرتی تھی اور آپ ایک ایک آیت ٹھہر کر پڑھتے تھے۔ تاہم اس فرضیت کا تعلق اس حد تک ہے کہ حرف کی ذات اور اس کے مخرج و صفاتِ لازمہ کی درستی ہو اور معنی میں کوئی تبدیلی نہ آئے؛ باریک باریک احکام کی مکمل مہارت استاذ سے مشق ہی سے حاصل ہوتی ہے جس کے لیے کوشش ہر قاری پر لازم ہے۔

لحن سے کیا مراد ہے؟ — نوٹ

لحن عربی لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں زبان کی غلطی، اعراب و ادائیگی میں خطا کرنا اور کلام کو اس کی اصل صورت سے پھیر دینا۔ اصطلاحِ قراءت میں لحن سے مراد قرآن مجید کی تلاوت کے دوران حروف و کلمات کی ادائیگی میں ہونے والی وہ خطا ہے جس سے حرف کی ذات، اس کی صفت یا کلمہ کا اعراب بدل جائے۔ جس طرح ایک معمولی سی غلطی کبھی معمولی رہتی ہے اور کبھی اتنی بڑی ہوجاتی ہے کہ کلام کا معنی ہی بدل جاتا ہے، اسی طرح علمائے تجوید نے لحن کو دو بڑی قسموں میں تقسیم کیا ہے :لحنِ جلی اور لحنِ خفی۔ لحن پر نوٹس لکھنے کا مقصد یہی ہے کہ طالبِ علم غلطی کی نوعیت کو پہچانے اور اس سے بچنے کی اہلیت پیدا کرے۔

لحنِ جلی

لحنِ جلی» واضح اور ظاہر غلطی «کو کہتے ہیں۔ یہ وہ خطا ہے جو حرف کو دوسرے حرف سے بدل دے، یا حرف کو حذف و زائد کردے، یا حرکت و سکون میں ایسی تبدیلی کرے کہ معنی بدل جائے۔ یہ غلطی اتنی واضح ہوتی ہے کہ تجوید کا ادنیٰ علم رکھنے والا بھی اسے پہچان لیتا ہے۔ اس کی مثالیں یہ ہیں» :الحمد للہ «میں ح کو ہ سے پڑھ دینا جس سے معنی بدل جاتا ہے،» قل «کے قاف کو کاف سے ادا کرنا،» انعمت «کے ت کو ط سے پڑھنا، یا مشدد حرف کو غیر مشدد اور مد والے حرف کو بغیر مد کے ادا کردینا۔ لحنِ جلی کا حکم یہ ہے کہ اس سے بچنا فرض ہے، کیونکہ اس سے نماز کی قرأت بھی متاثر ہوتی ہے اور اگر معنی فاسد ہوجائے تو نماز کے فساد تک نوبت پہنچ سکتی ہے۔ قصداً لحنِ جلی کرنا بڑا گناہ ہے، اور غلطی سے سرزد ہوجائے تو اس کی اصلاح کی فوری کوشش لازم ہے۔ اسی لیے امام جزری نے تجوید نہ سیکھنے والے کو گناہ گار قرار دیا ہے۔

لحنِ خفی

لحنِ خفی» پوشیدہ اور باریک غلطی «کو کہتے ہیں۔ یہ وہ خطا ہے جس میں حرف کی ذات تو بدلتی ہے نہ معنی فاسد ہوتا ہے، البتہ حرف کی کوئی صفت یا اس کا مستحق درجہ ادا نہیں ہوپاتا، جس سے قرأت کا حسن و کمال مجروح ہوجاتا ہے۔ یہ غلطی صرف ماہرینِ فن ہی پہچان سکتے ہیں، اسی لیے اسے خفی کہا گیا ہے۔ اس کی مثالیں یہ ہیں :غنہ کی مقدار کم و بیش کردینا، مدِّ لازم کی مقدار میں کمی کوتاہی کرنا، اظہار کے موقع پر ہلکی سی ادغام کی آمیزش کردینا، قلقلہ کی آواز مکمل نہ کرنا، حروفِ مستعلیہ میں تفخیم ناقص رکھنا، را کے تفخیم و ترقیق کے قواعد کی رعایت نہ کرنا اور وقف کے موقع پر حرکات کی ادائیگی میں بے احتیاطی کرنا

لحنِ خفی کا حکم علماء کے نزدیک یہ ہے کہ اس سے بچنا بھی اہلِ قرآن کے لیے مطلوب و مستحسن ہے، اگرچہ اس کا درجہ لحنِ جلی جیسا نہیں، کیونکہ اس سے نہ معنی بدلتا ہے نہ نماز فاسد ہوتی ہے۔ تاہم جو شخص استاذ کے سامنے پڑھنے کی استطاعت رکھتا ہو اس کے لیے باریک غلطیوں کی اصلاح کی کوشش ترک کرنا کوتاہی شمار ہوتا ہے، اس لیے کہ قرآن کی تلاوت کا حق یہ ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ بہتر انداز میں پڑھا جائے۔ یاد رہے کہ لحن کی ان دونوں قسموں سے بچنے کا واحد راستہ مستند قاری سے قرآن پڑھنا، مشق کو جاری رکھنا اور اپنی قرأت کو اہلِ فن کے سامنے پیش کرتے رہنا ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ کہ تجوید کا لغوی معنی کسی چیز کو عمدہ و نفیس بنانا ہے اور اصطلاح میں اس سے مراد ہر حرف کو اس کا حق و مستحق ادا کرتے ہوئے قرآن کی صحیح و حسین ادائیگی کا علم ہے، جبکہ لحن تلاوت میں ہونے والی خطا کا نام ہے جو اپنی واضح صورت میں لحنِ جلی اور باریک صورت میں لحنِ خفی کہلاتی ہے۔ طالبِ علم جب تجوید کے اس مفہوم اور لحن کی ان قسموں کو ذہن میں رکھ کر پڑھتا ہے تو اس کی قرأت غلطیوں سے محفوظ اور خوب صورتی کی طرف گامزن رہتی ہے، اور یہی اس سوال کا اصل حاصل ہے۔

سوال نمبر :3 صفات کا معنی و مفہوم اور صفاتِ لازمہ 20) نمبر(

سوال نمبر3 ۔ صفات کا معنی و مفہوم بیان کریں۔ صفات لازمہ سے کیا مراد ہے؟ نوٹ تحریر کریں۔

تعارف

حروف کی صحیح ادائیگی کے لیے جس طرح مخارج کی پہچان ضروری ہے اسی طرح صفات کی معرفت بھی ناگزیر ہے، کیونکہ ایک ہی مخرج سے نکلنے والے متعدد حروف آپس میں صفات ہی کی بنیاد پر ممتاز ہوتے ہیں۔ مثلاً سین اور صاد ایک ہی مخرج سے ادا ہوتے ہیں لیکن ان میں فرق استعلاء اور صفیر کی شدت جیسی صفات کا ہے؛ اگر صفات کا لحاظ نہ رکھا جائے تو» عسی «اور» عصا «جیسی قرآنی تراکیب میں معنی بدل جانے کا خطرہ پیدا ہوجاتا ہے۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر اس سوال میں صفات کا معنی و مفہوم اور خاص طور پر صفاتِ لازمہ کی وضاحت مطلوب ہے۔

صفت کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

صفت عربی لفظ ہے جو» وصف «سے ماخوذ ہے اور اس کے لغوی معنی ہیں :کسی چیز کی کیفیت، حالت اور وہ علامت جس سے وہ چیز پہچانی جائے۔ جب کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کی صفت سخاوت ہے تو مراد یہ ہوتی ہے کہ سخاوت اس کی پہچان بن چکی کیفیت ہے۔ اصطلاحِ تجوید میں صفت سے مراد وہ کیفیت و آواز ہے جو حرف کو اس کے مخرج سے ادا کرتے وقت اس پر عارض ہوتی ہے اور جس سے وہ حرف دوسرے حرف سے ممتاز ہوتا ہے، جیسے آواز کا بھرپور ہونا یا باریک ہونا، آواز کا جاری رہنا یا رک جانا، زبان کا تالو کی طرف اٹھنا یا نہ اٹھنا وغیرہ۔

اس تعریف کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ مخرج حرف کا» گھر «ہے جہاں سے وہ پیدا ہوتا ہے اور صفت اس گھر میں رہنے والے حرف کی» کیفیت و عادت «ہے۔ دو حروف ایک ہی گھر یعنی ایک ہی مخرج سے نکلتے ہوں تو ان کی پہچان صفات ہی سے ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر تاء اور دال اور طاء نطعی مخرج سے ادا ہوتے ہیں، مگر تاء میں ہمس ہے، دال میں جہر اور طاء میں جہر کے ساتھ استعلاء و اطباق بھی ہے؛ یہی صفات انہیں ایک دوسرے سے جدا کرتی ہیں۔ اسی لیے علماء نے کہا ہے کہ مخارج کی معرفت نصف تجوید ہے اور صفات کی معرفت اس کی تکمیل ہے۔

صفات کی بنیادی تقسیم

علماءِ تجوید نے صفات کو دو بڑی قسموں میں تقسیم کیا ہے :صفاتِ لازمہ اور صفاتِ عارضہ۔ صفاتِ لازمہ وہ صفات ہیں جو حرف کی ذات میں ہر حال میں پائی جاتی ہیں؛ حرف چاہے ساکن ہو یا متحرک، موصول ہو یا موقوف، وہ صفت اس سے کسی حال میں جدا نہیں ہوتی، اور اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو گویا حرف کا حق ادا نہ ہوا۔ مثلاً صاد کا استعلاء اور صفیر، اور قاف کی شدت اور قلقلہ ہر حالت میں صاد و قاف کے ساتھ لازمی طور پر موجود رہتے ہیں۔

صفاتِ عارضہ وہ صفات و احکام ہیں جو کسی خارجی سبب سے حرف پر عارض ہوتے ہیں اور سبب ختم ہونے پر وہ بھی ختم ہوجاتے ہیں، جیسے نون ساکنہ کا ادغام و اخفاء، الف کا مد، را کی تفخیم و ترقیق اور لامِ جلالہ کا تغلیظ و ترقیق۔ یہ صفات دراصل صفاتِ لازمہ ہی کے اثرات ہوتے ہیں، مثلاً ادغام شدت و بہر جیسی لازم صفات کی بنیاد پر پیدا ہوتا ہے، اسی لیے انہیں حرف کا» مستحق «کہا گیا ہے۔ اس سوال میں مطلوبہ بحث صفاتِ لازمہ کی ہے، چنانچہ آگے انہی کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

صفاتِ لازمہ سے کیا مراد ہے؟ — تعریف و تعداد

صفاتِ لازمہ سے مراد وہ ذاتی صفات ہیں جو کسی حرف کی تخلیق میں اس کے ساتھ رکھی گئی ہیں اور اس سے کبھی جدا نہیں ہوتیں، یہاں تک کہ اگر وہ صفت بالکل ادا نہ کی جائے تو حرف یا تو ناقص ہوجاتا ہے یا کبھی دوسرے حرف سے مشابہ ہوجاتا ہے۔ امام جزری اور دیگر محققین کے نزدیک صفاتِ لازمہ کی کل تعداد سترہ ہے۔ ان سترہ کو پھر دو گروہوں میں بانٹا گیا ہے :پہلا گروہ ان صفات کا ہے جن کی کوئی ضد موجود ہے، انہیں» صفاتِ متضادہ «کہتے ہیں، اور یہ پانچ جوڑے یعنی دس صفات ہیں۔ دوسرا گروہ ان صفات کا ہے جن کی کوئی ضد نہیں، یہ سات صفات ہیں۔ دونوں گروہ مل کر سترہ صفاتِ لازمہ بنتے ہیں، اور ہر حرفِ تہجی میں متضادہ صفات میں سے ہر جوڑے کی ایک صفت ضرور پائی جاتی ہے، جبکہ غیر متضادہ صفات مخصوص حروف ہی میں پائی جاتی ہیں۔

صفاتِ متضادہ) پانچ جوڑے(

پہلا جوڑا ہمس اور جہر ہے۔ ہمس کے معنی ہیں آواز کا دبا ہوا اور سانس کا جاری رہنا؛ جن حروف میں یہ صفت ہو ان کی ادائیگی میں سانس جاری رہتا ہے اور آواز میں کمزوری ہوتی ہے۔ حروفِ ہمس دس ہیں جن کا مجموعہ» فحثه شخص سکت «ہے :ف، ح، ث، ہ، ش، خ، ص، س، ک، ت۔ اس کی ضد جہر ہے جس کے معنی ہیں آواز کا بلند و بھرپور ہونا اور سانس کا رک جانا؛ باقی انیس حروف میں جہر کی صفت پائی جاتی ہے۔ دوسرا جوڑا شدت اور رخوت ہے۔ شدت آواز کے مکمل رک جانے کو کہتے ہیں، اس کے حروف آٹھ ہیں» :أجد قط بکت «یعنی ء، ج، د، ق، ط، ب، ک، ت۔ رخوت آواز کے پورے جاری رہنے کو کہتے ہیں اور یہ سولہ حروف میں ہے، جبکہ ان دونوں کے درمیان ایک متوسط درجہ »بینیت «بھی ہے جو پانچ حروف» لن عمر «یعنی ل، ن، ع، م، ر میں پایا جاتا ہے، ان میں آواز نہ پوری رکتی ہے نہ پوری جاری رہتی ہے۔

تیسرا جوڑا استعلاء اور استفال ہے۔ استعلاء کے معنی ہیں زبان کی جڑ کا اوپر تالو کی طرف اٹھنا جس سے آواز موٹی و بھری ہوئی نکلتی ہے؛ اس کے حروف سات ہیں جن کا مجموعہ» خص ضغط قظ «ہے :خ، ص، ض، غ، ط، ق، ظ، اور یہی حروفِ مستعلیہ ہمیشہ پُر یعنی مفخم پڑھے جاتے ہیں۔ اس کی ضد استفال ہے یعنی زبان کا نیچے رہنا اور آواز کا باریک ہونا، جو باقی بائیس حروف میں پایا جاتا ہے۔ چوتھا جوڑا اطباق اور انفتاح ہے۔ اطباق کے معنی ہیں زبان کا تالو سے لگ کر چپک جانا جس سے آواز دب کر مضبوط نکلتی ہے؛ اس کے حروف صرف چار ہیں :ص، ض، ط، ظ، اور یہ استعلاء سے بھی بڑھ کر موٹے پڑھے جاتے ہیں۔ اس کی ضد انفتاح ہے یعنی زبان کا تالو سے جدا رہنا، جو اطباق والے چار کے سوا تمام حروف میں ہے۔

پانچواں جوڑا اذلاق اور اصمات ہے۔ اذلاق کے معنی ہیں روانی و تیزی؛ اس کے حروف چھ ہیں جن کا مجموعہ» فر من لب «ہے :ف، ر، م، ن، ل، ب، کیونکہ یہ یا زبان کے کنارے) ذلق اللسان (سے یا ہونٹوں سے بڑی آسانی و روانی کے ساتھ ادا ہوتے ہیں۔ اس کی ضد اصمات ہے جس کے معنی ہیں سنگینی و ٹھہراؤ؛ اس کے حروف باقی تیئیس ہیں جن کی ادائیگی میں نسبتاً وقار و ثقل ہوتا ہے۔ اہلِ فن نے بتایا ہے کہ عربی کے تمام رباعی و خماسی الفاظ میں اذلاق کا کم از کم ایک حرف ضرور ہوتا ہے، ورنہ وہ لفظ عجمی سمجھا جاتا ہے؛ یہ نکتہ صفت اذلاق کی لسانی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔

جدول 1: صفاتِ متضادہ اور ان کے حروف

صفت	ضد	حروف / مجموعہ
همس) سانس جاری، آواز دبی(	جہر) آواز بلند، سانس رکا(	همس کے دس حروف :فحثه شخص سکت؛ باقی حروف میں جہر
شدت) آواز مکمل رکے(	رخوت) آواز جاری رہے(	شدت کے آٹھ حروف :اجد قط بکت؛ بینیت :لن عمر؛ باقی میں رخوت
استعلاء) زبان جڑ سے اٹھے، آواز موٹی(	استفال) زبان نیچے، آواز باریک(	استعلاء کے سات حروف :خص ضغط قظ؛ باقی میں استفال
اطباق) زبان تالو سے چپکے(	انفتاح) زبان تالو سے جدا(	اطباق کے چار حروف :ص ض ط ظ؛ باقی میں انفتاح
اذلاق) روانی و تیزی(	اصمات) ٹھہراؤ و سنگینی(	اذلاق کے چھ حروف :فر من لب؛ باقی میں اصمات

صفاتِ لازمہ جن کی ضد نہیں) سات صفات(

پہلی صفت صفیر ہے، جس کے معنی ہیں سیٹی جیسی باریک تیز آواز۔ یہ صفت تین حروف میں پائی جاتی ہے :ص، س اور ز، اور ان میں بھی اس کی شدت و کیفیت مختلف ہے۔ دوسری صفت قلقلہ ہے جس کے معنی ہیں آواز کا جھٹکے کے ساتھ لوٹنا؛ جب قلقلہ والے حرف پر سکون ہو تو مخرج میں حرکت سی پیدا ہو کر آواز گونجتی ہے۔ اس کے حروف پانچ ہیں جن کا مجموعہ» قطب جد «ہے :ق، ط، ب، ج، د۔ قلقلہ کی دو مشہور قسمیں ہیں :قلقلہ صغریٰ جب حرف درمیان کلمہ میں ساکن ہو اور قلقلہ کبریٰ جب حرف آخر کلمہ میں ساکن ہو یا وقف کی وجہ سے ساکن کیا گیا ہو۔ تیسری صفت لین ہے جس کے معنی ہیں نرمی؛ یہ صفت اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب واو یا یاء ساکن ہوں اور ان سے پہلے حرف پر فتحہ ہو، جیسے» خوف «اور» بیت«، ان حروف کو نرمی و آسانی سے ادا کیا جاتا ہے۔

چوتھی صفت انحراف ہے جس کے معنی ہیں مائل ہونا؛ یہ صفت لام اور راء میں پائی جاتی ہے، کیونکہ لام کی آواز زبان کے کنارے کی طرف مائل ہوتی ہے اور راء کی آواز زبان کی پشت کی طرف جھکاؤ رکھتی ہے۔ پانچی صفت تکریر ہے جس کے معنی ہیں تکرار یعنی زبان کے سرے کا ہلکا سا تھرتھرانا؛ یہ صفت صرف راء میں ہے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ راء کو بار بار دہرایا جائے، بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ زبان کی وہ فطری لرزش اس حد تک رہے کہ حرف ایک ہی شمار ہو، ضرورت سے زیادہ تکریر کرنا خود غلطی ہے۔ چھٹی صفت تفشی ہے جس کے معنی ہیں ہوا کا منہ میں پھیل جانا؛ یہ صفت صرف شین میں پائی جاتی ہے، اسی لیے شین کی آواز پورے منہ میں پھیلتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ ساتویں صفت

استطالہ ہے جس کے معنی ہیں آواز کا مخرج میں طول پکڑنا؛ یہ صفت صرف ضاد میں ہے، کیونکہ ضاد کا مخرج زبان کے کنارے سے شروع ہوکر لمبا ہوتا ہے اور آواز اس پورے طول میں پھیلی رہتی ہے۔ یہی صفت ضاد کو دیگر تمام حروف سے ممتاز کرتی ہے اور اسی کی مشکل ادائیگی کی وجہ سے عربی کو» لغة الضاد «کہا جاتا ہے۔

صفاتِ لازمہ کی اہمیت اور عملی فوائد

صفاتِ لازمہ کی معرفت کے عملی فوائد بے شمار ہیں۔ سب سے پہلا فائدہ یہ ہے کہ ہم مخرج رکھنے والے حروف میں درست فرق قائم ہوتا ہے اور لحنِ جلی کا دروازہ بند ہوجاتا ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ قرأت کا حسن دو بالا ہوجاتا ہے، کیونکہ ہر حرف اپنی اصل آواز و کیفیت کے ساتھ ادا ہوتا ہے، مثلاً وقف کے وقت قلقلہ کی آواز کلمے کو پر کشش بنا دیتی ہے۔ تیسرا فائدہ یہ کہ صفات کا علم خودکار طریقے سے دیگر احکام کی بنیاد بنتا ہے؛ جو طالب علم یہ جانتا ہے کہ کون سا حرف مستعلی ہے وہ تفخیم کے مواقع خود پہچاننے لگتا ہے، اور جو تفخیم و ہمس و جہر کو پہچانتا ہے وہ ادغام و اخفاء کے قواعد بھی آسانی سے سمجھ لیتا ہے۔

اساتذہ کرام صفات کی مشق کے لیے یہ طریقہ بتاتے ہیں کہ ہر حرف کو پہلے مفرد صورت میں ساکن کرکے پڑھا جائے اور اس کی صفات کو آواز پر جانچا جائے، پھر الفاظ میں اور پھر آیات میں اس کی رعایت کی جائے۔ یہ مشق باقاعدگی سے کرنے والا قاری آہستہ آہستہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اس کے کان غلطی کو خود پکڑنے لگتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صفات کا باب علم التجوید میں مخارج کے فوراً بعد پڑھایا جاتا ہے اور اسے تجوید کی ریڑھ کی ہڈی قرار دیا جاتا ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ کہ صفت حرف کی وہ عارضی کیفیت و پہچان ہے جس سے وہ اپنے ہم مخرج حروف سے ممتاز ہوتا ہے، اور صفاتِ لازمہ وہ سترہ ذاتی صفات ہیں جو ہر حرف کے ساتھ ہر حال میں رہتی ہیں :دس متضادہ پانچ جوڑوں کی صورت میں اور سات بغیر ضد کے۔ ان صفات کی درست پہچان و ادائیگی کے بغیر نہ مخارج کا علم مکمل ہوتا ہے اور نہ تلاوت لحنِ جلی و خفی سے محفوظ رہ سکتی ہے، اس لیے طالبِ علم کے لیے ان کا سیکھنا اور ان کی باقاعدہ مشق کرنا انتہائی ضروری ہے۔

سوال نمبر :4 حروفِ حلقی، ان کے مخارج اور حروفِ شجریہ 20) نمبر(

سوال نمبر4 ۔ حروف حلقی کتنے ہیں؟ ان کا مخرج کیا ہے؟ حروف شجریہ کن حروف کو کہتے ہیں؟ نوٹ لکھیں۔

تعارف

حروفِ تہجی کو ان کے مخارج کی نسبت سے مختلف گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر گروہ کو اس کے مخرج سے منسوب ایک اصطلاحی نام دیا گیا ہے۔ ان گروہوں میں سب سے پہلا اور مشہور گروہ حروفِ حلقی کا ہے، کیونکہ ان کی ادائیگی سب سے اندرونی مخرج یعنی حلق سے ہوتی ہے، اور اہم گروہوں ہی میں سے ایک حروفِ شجریہ کا ہے جن کا تعلق منہ کے درمیانی کھلے حصے سے ہے۔ اس سوال میں پہلے حروفِ حلقی کی تعداد و مخارج بیان کیے جائیں گے اور پھر حروفِ شجریہ کی تعریف و تفصیل پیش کی جائے گی۔

حروفِ حلقی کتنے ہیں؟

حروفِ حلقی کل چھ ہیں :ہمزہ) ء(، ہاء) ہ(، عین) ع(، حاء) ح(، غین) غ (اور خاء) خ(۔ انہیں» حلقی «اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ سب حلق یعنی گلے سے ادا ہوتے ہیں۔ یاد رکھنے کے لیے اہلِ فن نے ترتیب یہ بتائی ہے کہ اندر سے باہر کی طرف چلیں تو سب سے پہلے ہمزہ و ہاء آتے ہیں، پھر عین و حاء اور آخر میں غین و خاء۔ ان چھ حروف کی تجوید میں خاص اہمیت یہ ہے کہ یہی چھ حروف نون ساکنہ و تنوین کے حکمِ اظہارِ حلقی کا سبب بنتے ہیں؛ جب نون ساکنہ یا تنوین کے بعد ان میں سے کوئی حرف آجائے تو نون کو صاف و ظاہر کرکے پڑھا جاتا ہے، جیسے» من ہادٍ«،» من خوفٍ«،» من غلٍّ «اور »من علمٍ«۔ اسی طرح یہ حروف الگ الگ آواز رکھتے ہیں اور ان میں باہم خلط کرنا لحنِ جلی ہے، چنانچہ عین کو ہمزہ سے یا حاء کو ہاء سے پڑھنا سخت غلطی ہے جس سے معنی بدل جاتا ہے۔

حروفِ حلقی کا مخرج — حلق کے تین حصے

حلق ایک ہی خطہ ہے مگر اس کے اندر تین الگ الگ مخارج ہیں اور ہر مخرج سے دو حروف ادا ہوتے ہیں۔ پہلا مخرج »اقصی الحلق « ہے یعنی حلق کا سب سے اندرونی و دور ترین حصہ جو سینے کی طرف ہے؛ یہاں سے ہمزہ اور ہاء ادا ہوتے ہیں۔ ہمزہ میں آواز کے کوٹھے) تارِ صوت (مکمل بند ہوکر کھلتے ہیں جس سے ایک مضبوط جھٹکا سا محسوس ہوتا ہے

اور یہ حرف صفات میں شدید و مجہور ہے، جبکہ ہاء میں آواز نرم و سرسراتی ہوئی نکلتی ہے اور حرف مہموس و رخو ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہی مخرج کے باوجود ہمزہ و ہاء کی آوازوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

دوسرا مخرج» وسط الحلق «یعنی حلق کا درمیانی حصہ ہے؛ یہاں سے عین اور حاء ادا ہوتے ہیں۔ عین کی ادائیگی میں حلق کا درمیانی حصہ قدرے سُکڑتا ہے اور آواز بہ پور و مجہور نکلتی ہے، جبکہ حاء میں اسی جگہ سے آواز ہمس کے ساتھ گرم سانس کی طرح نکلتی ہے۔ غیر عربوں کے لیے عین و حاء کی درستی عموماً سب سے مشکل سمجھی جاتی ہے، اس لیے اساتذہ خاص طور پر ان کی مشق کراتے ہیں۔ تیسرا مخرج» ادنی الحلق « ہے یعنی حلق کا سب سے قریبی حصہ جو منہ کی طرف ہے؛ یہاں سے غین اور خاء ادا ہوتے ہیں۔ غین مجہور و مستعلی ہے جس کی آواز غرغرے کی سی کیفیت لیے ہوتی ہے اور خاء مہموس و مستعلی ہے جس میں سانس خرخراہٹ کے ساتھ خارج ہوتا ہے۔ اس طرح حلق کے تینوں مخارج سے کل چھ حروف ادا ہوتے ہیں اور یہ پوری ترتیب اندر سے باہر کی طرف ایک قدرتی سلسلہ بناتی ہے۔

جدول 1: حروفِ حلقی اور ان کے مخارج

حلق کا حصہ	حروف	مختصر کیفیت
اقصی الحلق) سب سے اندرونی حصہ(	ہمزہ) ء(، ہاء) ہ(	ہمزہ شدید و مجہور؛ ہاء مہموس و رخو، نرم آواز
وسط الحلق) درمیانی حصہ(	عین) ع(، حاء) ح(	عین مجہور؛ حاء مہموس، گرم سانس جیسی آواز
ادنی الحلق) منہ کی طرف قریبی حصہ(	غین) غ(، خاء) خ(	دونوں مستعلی؛ غین مجہور، خاء مہموس

حروفِ شجریہ کن حروف کو کہتے ہیں؟ — نوٹ

»شجری «کی نسبت» شجر الفم «کی طرف ہے، اور شجر الفم سے مراد منہ کا درمیانی کھلا ہوا حصہ ہے جہاں سے فضا پھیلی ہوئی ہوتی ہے، جیسے درخت کی شاخیں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں، اسی مناسبت سے اس لفظ کا انتخاب ہوا۔ اصطلاح میں حروفِ شجریہ ان حروف کو کہا جاتا ہے جن کی ادائیگی کا تعلق اس درمیانی حصے سے ہے۔ اہلِ فن کی مشہور تقسیم کے مطابق حروفِ شجریہ چار ہیں :جیم) ج(، شین) ش(، یاءِ غیر مدہ) ی (اور ضاد) ض(۔ ان میں سے جیم، شین اور یاء زبان کے درمیانی حصے) وسط اللسان (سے اور اس کے مقابل اوپر والے تالو سے ادا ہوتے ہیں، جبکہ ضاد زبان کے کنارے) حافۃ

اللسان (سے ادا ہوتا ہے مگر چونکہ اس کی فضاء و جائے ادائیگی بھی شجر الفم ہی کے حدود میں واقع ہے اس لیے اسے بھی اسی گروہ میں شمار کیا گیا ہے۔

ان چاروں حروف کی انفرادی کیفیت یہ ہے۔ جیم کا مخرج زبان کا وسط اور مقابل تالو ہے، یہ حرف شدید و مجہور ہے اور اس پر سکون کی حالت میں قلقلہ بھی واقع ہوتا ہے، جیسے قرآنی لفظ» یجعل «میں اس کی جھلک نمایاں ہے۔ شین بھی اسی مخرج سے ادا ہوتا ہے مگر اس میں جیم کے برعکس ہمس و رخوت ہے اور اس کی خاص صفت تفشی ہے یعنی اس کی ادائیگی میں ہوا منہ کے اندر پھیل جاتی ہے، جیسے» الشمس «میں۔ یاء غیر مدہ اسی درمیانی مخرج سے نرم و راکھے انداز میں ادا ہوتی ہے اور یہ یاد رہے کہ یاء مدہ کا مخرج جوف ہے، شجریہ میں صرف یاء غیر مدہ یعنی متحرک یا لین والی یاء شامل ہے۔ ضاد کا مخرج زبان کے ایک یا دونوں کناروں کا اوپر کے اضراس) داڑھوں (سے لگنا ہے اور اس کی مخصوص صفت استطالہ ہے جس کی وجہ سے یہ عربیت کی سب سے مشکل اور ممتاز آواز سمجھا جاتا ہے۔

حلقی و شجری حروف کی ادائیگی میں عام اغلاط

غیر عرب طلبہ عموماً جن غلطیوں کا شکار ہوتے ہیں ان میں سرِ فہرست عین کو ہمزہ کی طرح ادا کرنا ہے، جیسے »العالمین «کو» الالمین «پڑھ دینا؛ یہ لحنِ جلی ہے کیونکہ کلمہ غلط ہوجاتا ہے۔ اسی طرح حاء کو ہاء پڑھنا یا خاء کو محض خرخراہٹ کے بغیر ادا کرنا بھی عام ہے۔ شجری حروف میں جیم کو اس کی شدت و جہر کے بغیر دال جیسی آواز دینا، شین کی تفشی ختم کرکے اسے سین کے قریب کردینا اور ضاد کو ظاء یا دال سے بدل دینا عام غلطیوں میں شامل ہے۔ ضاد کی صورت میں خاص ہدایت یہ ہے کہ اسے نہ ظاء سمجھا جائے نہ زاء، بلکہ زبان کے کنارے کو اضراس سے لگاتے ہوئے استطالہ کے ساتھ ادا کیا جائے، جیسا کہ» ولا الضالین «کی صحیح ادائیگی استاذ سے سن کر سیکھی جاتی ہے۔

ان اغلاط سے بچنے کا علاج یہی ہے کہ ہر حرف کو پہلے مفرداً ساکن کرکے اس کے مخرج سے نکالنے کی مشق کی جائے، پھر ہم مخرج حروف کو باہم جوڑ کر پڑھا جائے، مثلاً ء، ہ، ع، ح، غ، خ کو ترتیب سے ساکن کرکے ادا کرنے سے حلق کے تینوں مخارج کا فرق کان پر واضح ہوجاتا ہے اور ج، ش، ی کو جوڑ کر پڑھنے سے شجری مخرج کی لطافت سمجھ آجاتی ہے۔ مستند استاذ کے سامنے یہ مشق چند ہی دنوں میں ادائیگی کو حیران کن حد تک درست کردیتی ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ کہ حروفِ حلقی چھ ہیں :ء، ہ، ع، ح، غ اور خ، جو حلق کے تین حصوں اقصیٰ، وسط اور ادنیٰ سے دو دو کرکے ادا ہوتے ہیں، اور حروفِ شجریہ وہ چار حروف ج، ش، ی غیر مدہ اور ض ہیں جن کی ادائیگی کا تعلق شجر الفم یعنی منہ کے درمیانی کھلے حصے سے ہے۔ ان دو گروہوں کی مکمل پہچان طالبِ علم کو مخارج کے پورے نظام کی سمجھ عطا کرتی ہے اور اظہارِ حلقی جیسے احکام کی بنیاد بھی فراہم کرتی ہے۔

سوال نمبر :5 مخارج پر مضمون 20) نمبر(

سوال نمبر5 ۔ مخارج پر مضمون تحریر کیجئے۔

تعارف

علم التجوید کی بنیاد جن دو ستونوں پر قائم ہے ان میں پہلا ستون مخارج کی معرفت ہے۔ مخرج وہ جگہ ہے جہاں سے حرف کی آواز پیدا ہوتی ہے، اور اگر اس جگہ میں ذرا سی بھی غلطی ہوجائے تو حرف کسی اور حرف کی صورت اختیار کرلیتا ہے اور کبھی کبھی پورے کلمے کا معنی بدل جاتا ہے۔» قل «اور» کل «کا فرق،» طین «اور» تین «کا فرق، اور »عَلیم «و» اَلیم «کا فرق دراصل مخارج ہی کا فرق ہے۔ اسی لیے امام جزری نے فرمایا کہ قرأت کی درستی کا آغاز مخارج کی پہچان سے ہوتا ہے اور قاری کے لیے سب سے پہلا فرض یہی ہے کہ وہ ہر حرف کو اس کے اصل مخرج سے ادا کرنا سیکھے۔ زیرِ نظر مضمون میں مخارج کا مفہوم، ان کی تعداد، بڑے خطے اور سترہ مخارج کی تفصیل ترتیب سے بیان کی گئی ہے۔

مخرج کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

مخرج عربی لفظ ہے جو» خرج یخرج «سے ماخوذ ہے اور اس کے لغوی معنی ہیں :نکلنے کی جگہ۔ اصطلاحِ تجوید میں مخرج سے مراد وہ مقام ہے جہاں آواز کسی حرف کی ادائیگی کے وقت رکتی یا کٹتی ہے اور جس سے وہ حرف دوسرے حرف سے ممتاز ہو جاتا ہے، خواہ وہ مقام حقیقی و معین ہو جیسے زبان و حلق کے مقامات، یا مقدر ہو جیسے حروفِ مدہ کا

مخرج جوف یعنی منہ و حلق کا خلا۔ علماء مخرج کی دو قسمیں بھی بیان کرتے ہیں :مخرجِ محقق وہ ہے جو آواز کے کسی عضو کے کسی معین حصے پر رکنے سے حاصل ہو، جیسے باء کا مخرج دونوں ہونٹوں کا ملنا ہے، اور مخرجِ مقدر وہ ہے جس میں آواز کسی معین مقام پر نہیں رکتی بلکہ خطے کے خلا میں جاری ہوکر ختم ہوتی ہے، جیسے الف، واو اور یاء مدہ۔

مخارج جاننے کی ضرورت و اہمیت

مخارج کی معرفت کی اہمیت اس بات سے سمجھ آتی ہے کہ قرآنِ مجید کے تمام حروف انتیس ہیں اور ان کی تعداد کے مطابق مخارج کی درستی ہی پوری تلاوت کی درستی کی ضمانت ہے۔ اگر مخرج غلط ہو تو بعض اوقات معنی میں اتنی خطرناک تبدیلی آجاتی ہے کہ نماز تک فاسد ہونے کا اندیشہ پیدا ہوجاتا ہے۔ مثلاً سورہ الفاتحہ میں» انعمت «کے تاء کو طاء پڑھ دینا یا» المستقیم «کے سین و صاد میں تبادلہ کردینا عام مشاہدے کی غلطیاں ہیں۔ دوسری طرف مخارج درست ہوں تو قاری کسی بھی نئے لفظ کو خود بخود صحیح پڑھنے کے قابل ہوجاتا ہے، کیونکہ اس کے پاس ہر حرف کی آواز کا مستقل پیمانہ موجود ہوتا ہے۔ عرب بچوں کے لیے مخارج کی تعلیم قدرتی ماحول سے بھی ہوتی رہتی ہے، لیکن غیر عرب مسلمانوں کے لیے اس علم کا باقاعدہ سیکھنا ناگزیر ہے، ورنہ مقامی زبانوں کے لہجے قرآن کی آوازوں کو بگاڑ دیتے ہیں، جیسے اردو خواں حضرات عموماً ضاد کو زاء یا دال اور ثاء کو سین پڑھنے لگتے ہیں۔

مخارج کی تعداد میں علماء کے اقوال

مخارج کی گنتی میں علماء کے تین مشہور اقوال ہیں۔ امام خلیل بن احمد فراہیدی اور ان کے متبعین کے نزدیک مخارج کی تعداد کچھ زائد شمار کی جاتی ہے، کیونکہ وہ ہر حرف کی باریک تقسیم پر زور دیتے ہیں۔ امام سیبویہ اور ان کے اتباع کے نزدیک کل مخارج سولہ ہیں، کیونکہ وہ حروفِ مدہ اور حروفِ لین کی تقسیم کو جوف کے ایک ہی مخرج میں جمع کرنے کے ساتھ بعض ملتے جلتے مخارج کو ایک شمار کرتے ہیں۔ امام ابن الجزری اور شاطبی سمیت جمہور متاخرین کے نزدیک مخارج سترہ ہیں، اور یہی قول رائج و معتمد ہے جس پر مقدمة الجزریہ سمیت تمام مشہور متون کی تدریس مبنی ہے۔ سترہ مخارج کا شمار اس طرح ہے کہ یہ پانچ بڑے خطوں میں تقسیم ہیں :جوف میں ایک مخرج، حلق میں تین، لسان

یعنی زبان میں دس، شفتین یعنی ہونٹوں میں دو اور خیشوم میں ایک؛ یوں مجموعہ سترہ بنتا ہے۔ یہی تقسیم ہمارے مضمون کی ترتیب ہے اور طالبِ علم کے لیے یاد کرنا بھی یہی آسان ہے۔

پانچ بڑے خطے (اصولِ مخارج)

پہلا خطہ الجوف ہے یعنی منہ اور حلق کا اندرونی خلا؛ یہاں سے تینوں حروفِ مدہ ادا ہوتے ہیں اور یہ پورا خطہ ایک ہی مخرج شمار ہوتا ہے۔ دوسرا خطہ الحلق یعنی گلا ہے جس میں تین مخارج ہیں اور چھ حروف ادا ہوتے ہیں۔ تیسرا خطہ اللسان یعنی زبان ہے جو سب سے بڑا خطہ ہے، اس میں دس مخارج ہیں جن سے اٹھارہ حروف ادا ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ قرآن کی زیادہ تر آوازیں زبان سے نکلتی ہیں۔ چوتھا خطہ الشفتان یعنی دونوں ہونٹ ہیں جن میں دو مخارج ہیں اور چار حروف ادا ہوتے ہیں۔ پانچواں خطہ الخیشوم یعنی ناک کی جڑ کا سوراخ ہے جہاں سے غنہ کی آواز نکلتی ہے؛ یہ کوئی حرف کا مخرج نہیں بلکہ نون و میم کی صفتِ غنہ کا مخرج ہے۔

سترہ مخارج کی تفصیل — جوف اور حلق

پہلا مخرج جوف کا ہے، یہاں سے الف مدہ، واو مدہ اور یاء مدہ ادا ہوتے ہیں، یعنی جب الف ساکن سے پہلے فتحہ ہو، واو ساکن سے پہلے ضمہ ہو اور یاء ساکن سے پہلے کسرہ ہو، جیسے» قال«،» یقول«،» قیل«۔ انہیں حروفِ جوفیہ اور حروفِ ہوائیہ بھی کہتے ہیں کیونکہ ان کی آواز ہوا کے ساتھ خلا میں پھیل کر ختم ہوتی ہے اور کسی عضو کے ٹکرانے سے نہیں رکتی۔ دوسرا، تیسرا اور چوتھا مخرج حلق کے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے :اقصی الحلق سے ہمزہ و ہاء، وسط الحلق سے عین و حاء، اور ادنی الحلق سے غین و خاء ادا ہوتے ہیں۔ یہ چھ حروف حلقیہ کہلاتے ہیں اور ان کی آپس کی تمیز صفات سے ہوتی ہے۔

سترہ مخارج کی تفصیل — لسان کے دس مخارج

زبان کے دس مخارج اندر سے باہر کی طرف اس ترتیب سے ہیں۔ پانچواں مخرج زبان کی آخری جڑ) اقصی اللسان (کا اوپر والے نرم تالو سے لگنا ہے، اس سے قاف ادا ہوتا ہے۔ چھٹا مخرج اسی جگہ سے قدرے آگے کی طرف ہے جہاں زبان کی جڑ نسبتاً سخت تالو سے ملتی ہے، اس سے کاف ادا ہوتا ہے؛ قاف و کاف کو لہاتیہ یا لہویہ کہتے ہیں۔ ساتواں مخرج زبان کے

وسط کا مقابل تالو سے لگتا ہے، اس سے جیم، شین اور یاء غیر مدہ ادا ہوتے ہیں۔ آٹھواں مخرج زبان کے ایک یا دونوں کناروں کا اوپر کی داڑھوں) اضراس (سے لگتا ہے، اس سے ضاد ادا ہوتا ہے جو سب سے طویل و مشکل مخرج ہے۔

نواں مخرج زبان کے کنارے کے آخری حصے کا اوپر کے اگلے دانتوں کی جڑوں سے لگتا ہے، اس سے لام ادا ہوتا ہے اور اس مخرج کی وسعت باقی مخارج سے زیادہ ہے۔ دسواں مخرج زبان کے سرے کا ثنایا علیا کی جڑوں سے لگتا ہے، اس سے نون ادا ہوتا ہے۔ گیارھواں مخرج زبان کے سرے کا درمیانی حصہ تالو کی طرف مائل ہوکر تالو سے قریب ہونا ہے مگر لگتا نہیں، اس سے راء ادا ہوتا ہے۔ بارھواں مخرج زبان کے سرے کا ثنایا علیا کی جڑوں سے لگتا ہے، اس سے نطعی حروف طاء، دال اور تاء ادا ہوتے ہیں۔ تیرھواں مخرج زبان کے سرے کا نچلے دانتوں کے کناروں سے قریب ہونا ہے جہاں سے صفیر کی آواز بنتی ہے، اس سے صاد، سین اور زاء ادا ہوتے ہیں۔ چودھواں مخرج زبان کے سرے کا اوپر کے دانتوں کے کناروں سے لگتا ہے، اس سے لثوی حروف ظاء، ذال اور ثاء ادا ہوتے ہیں۔ اس طرح زبان کے دس مخارج سے اٹھارہ حروف ادا ہوتے ہیں اور یہی تقسیم یاد رکھنے سے تمام ہم آواز حروف کا باہمی فرق واضح ہوجاتا ہے۔

شفتین اور خیسوم کے مخارج اور جدول

پندرھواں مخرج نچلے ہونٹ کے اندرونی حصے کا اوپر کے اگلے دانتوں کے کناروں سے ملنا ہے، اس سے فاء ادا ہوتا ہے۔ سولھواں مخرج دونوں ہونٹ ہیں؛ ان کے ملنے سے باء اور میم اور گول ہونے سے واو غیر مدہ ادا ہوتا ہے۔ سترھواں مخرج خیشوم ہے یعنی ناک کی جڑ کا وہ سوراخ جو حلق کی طرف کھلتا ہے؛ یہاں سے غنہ نکلتا ہے جو نون و میم کی ذاتی صفت ہے اور ادغام و اخفاء کی حالت میں اس کا ظہور زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔ مندرجہ ذیل جدول میں تمام سترہ مخارج ترتیب وار پیش کیے گئے ہیں تاکہ طالبِ علم ایک نظر میں پورا نظام دیکھ سکے۔

جدول 1: سترہ مخارج کی مکمل ترتیب

نمبر	خطہ	مخرج	حروف
1	الجوف	منہ و حلق کا خلا	الف، واو، یاء) حروفِ مدہ(
2	الحلق	اقصی الحلق	ہمزہ، ہاء
3	الحلق	وسط الحلق	عین، حاء
4	الحلق	ادنی الحلق	غین، خاء
5	اللسان	اقصی اللسان مع ما یحاذیہ	قاف
6	اللسان	اقصی اللسان قدرے آگے	کاف

7	اللسان	وسط اللسان	جیم، شین، یاء غیر مدہ
8	اللسان	حافة اللسان مع اضراس	ضاد
9	اللسان	ادنی حافة اللسان الی منتہاہا	لام
10	اللسان	طرف اللسان مع اصول ثنایا علیا	نون
11	اللسان	طرف اللسان مع ظہرہ	راء
12	اللسان	طرف اللسان مع اصول ثنایا)نطع(	طاء، دال، تاء
13	اللسان	طرف اللسان مع اسفل ثنایا)صفیر(	صاد، سین، زاء
14	اللسان	طرف اللسان مع اطراف ثنایا علیا	ظاء، ذال، ثاء
15	الشفتان	بطن شفہ سفلی مع اطراف ثنایا علیا	فاء
16	الشفتان	دونوں ہونٹ	باء، میم، واو غیر مدہ
17	الخیشوم	ناک کی بانسری کا سوراخ	غنہ) نون و میم کی صفت(

مخارج کی پہچان کا طریقہ اور مشق

اہلِ فن نے کسی بھی حرف کا مخرج معلوم کرنے کا آسان طریقہ یہ بتایا ہے کہ اس حرف کو ساکن کرکے اس سے پہلے متحرک ہمزہ لگایا جائے اور پھر تلفظ کیا جائے؛ آواز جہاں آکر رک یا کٹ جائے وہی جگہ اس حرف کا مخرج ہے۔ مثلاً «أبْ» کہنے سے ہونٹوں کا ملنا، «أقْ» کہنے سے زبان کی جڑ کا اٹھنا اور «أسْ» کہنے سے صفیر کی جگہ خود بخود محسوس ہونے لگتی ہے۔ اسی آزمائش کو ہر حرف پر دہرانے سے طالبِ علم اپنے منہ کے اندر مخارج کا نقشہ عملی طور پر سمجھ جاتا ہے۔ ابتدائی مشق میں آئینے کے سامنے منہ کی حرکات دیکھنا اور استاذ کی ادائیگی کی آواز کی نقل کرنا بھی بے حد مفید ثابت ہوتا ہے۔

مخارج کی مشق کا بہترین نصاب یہ ہے کہ پہلے ہر خطے کے حروف الگ الگ سنے اور بولے جائیں، پھر ہم مخرج حروف کو جوڑ کر مثلاً عین و حاء، صاد و سین، طاء و تاء کا باہمی تقابل کیا جائے، اور اس کے بعد سورتوں کی تلاوت میں اسی پہچان کو برقرار رکھا جائے۔ یاد رہے کہ مخرج درست ہونے کے باوجود اگر صفت غلط ہو تو بھی حرف ناقص رہتا ہے، اس لیے مخارج کے ساتھ صفات کا مطالعہ لازم ہے جو اسی کورس کے اگلے مباحث میں آتا ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ کہ مخرج حرف کی آواز کے نکلنے کی جگہ کو کہتے ہیں، جمہور علماء کے نزدیک کل سترہ مخارج پانچ خطوں —جوف، حلق، لسان، شفتین اور خیشوم — میں تقسیم ہیں اور ان سے قرآن کے تمام حروف و غنہ کی ادائیگی مکمل ہوتی ہے۔ مخارج کی صحیح پہچان اور عملی مشق ہی لحنِ جلی سے نجات اور حسین تلاوت کی بنیاد ہے، اسی لیے اسے علم التجوید کا نقطہ آغاز قرار دیا گیا ہے۔

USMAN NOTES www.usmannotes.com